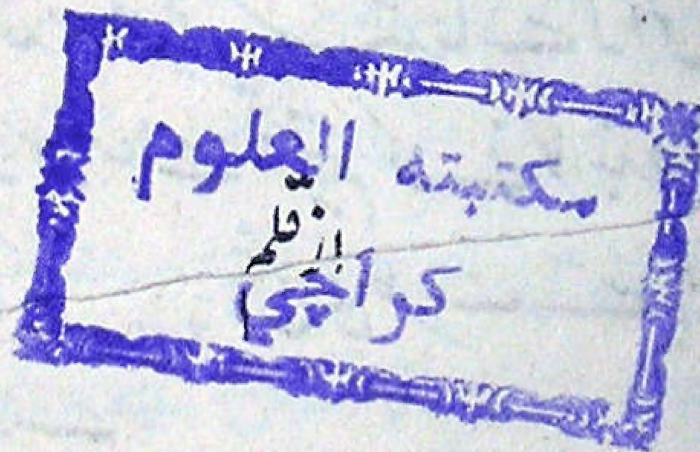


سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان حیدر ٹیلا ہورہ ۶۳

ایمان بالغیب



سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی نقوی صاحب
مجتہد العصر لکھنؤ
حقیقہ مذکورہ
قیمت ۲ روپے

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلہ اشاعت کا ترسیٹھواں کتابچہ "ایمان بالغیب" آپ کے زیر نظر
جو سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی انقوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی مجتہد العصر
کے مخصوص طرز نگارش کا آئینہ دار ہے۔ امامیہ مشن پاکستان کی اکثر مطلوبہ
سرکار علامہ کی قلمی معادنت کا نتیجہ ہیں۔ اس کا حقیقی اجر تو آپ کو خداوند تعالیٰ
عنایت کریگا۔ کارکنان مشن بہر حال سپاس گزار ہیں۔

سرکار سید العلماء مدظلہ نے اس کتابچہ میں "ایمان بالغیب" کے موضوع پر
انتہائی اختصار کے ساتھ کچھ باتیں ایسی بیان فرمائی ہیں کہ جن کو پڑھنے کے
بعد ایمان بالغیب کا اقرار کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں رہ جاتا ہے
نہایت اختصار کے باوجود مضمون کی افادیت شک و شبہ سے بالا
ہے۔ آپ پڑھ کر یقیناً حفوظ ہوں گے۔

افراد ملت کی خدمت میں استدعا ہے کہ اس مفید کتابچہ کو
اپنے اپنے حلقہ اثر میں مفت تقسیم کرنے کا بندوبست فرمائیں
پچاس یا سو کتابچوں کی تعداد پوزیشن کی طرف سے پچاس فی صد
رعایت دی جاتی ہے۔

جنرل سیکری

امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور

دسمبر ۱۹۵۸ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة على
سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْبَرِّ الطَّاهِرِينَ

آج کل کی متمدن دنیا کا سرمایہ تارش یہ بن گیا ہے کہ جس کو دیکھتے
ہیں اُسی کو مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا علم مشاہدات کا تابع
ہے۔ اور ان دیکھی باتوں پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے
حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ علم کو مشاہدات میں محدود
بنا لینا انسانی امتیاز نہیں ہے۔

یہ سب مانتے ہیں کہ انسان دوسری تمام چیزوں کی نسبت
بلند ہے۔ مگر یہ بلندی آخر کس اعتبار سے ہے۔ اگر جسمیت کے
اعتبار سے دیکھا جائے تو پھاڑ انسان سے بدرجہا بلند ہیں۔ نشو و نما
کے لحاظ سے دیکھیے کہ درختوں میں جتنی جلدی نشو و نما ہوتی ہے انسان
میں نہیں ہوتی۔ احساسات کے اعتبار سے دیکھیے تو بہت سے جانور
انسان سے بڑے ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہ انسان کی نظر سے کہیں
زیادہ تیز ہے۔ بعض حیوانات کی قوتِ شامہ بدرجہا زیادہ قوی ہے

اگر انسان کا جو ہر امتیاز ان چیزوں میں منحصر ہو تو وہ کائنات کے
 دوسرے اشیاء سے پیچھے نظر آتا ہے۔ پھر بلند کیونکہ سمجھا جاتا ہے۔
 اب اگر انسان کو اثرات المخلوقات مانا جاتا ہے تو تسلیم کرنا پڑے
 گا۔ کہ اس میں ان چیزوں کے ماوراء کوئی جو ہر ایسا ہے جو اردوں میں نہیں
 اب اس جو ہر خاص کو تلاش کیجئے۔ کہا جائے گا۔ کہ یہ علم و عمل ہے۔
 علم کے معنی اگر فارسی ہیں "دانستن" اور اردو میں "جاننے" کے ہیں
 کون کہتا ہے کہ جانور کچھ نہیں جانتا۔ وہ جس حیکہ رہتا ہے اس
 کو جانتا ہے۔ اگر اسے کسی دوسری حیکہ پر کھڑا کر دیا جائے۔ تو وہ بے چین
 رہے گا اور اسے قرار نہیں آئے گا۔ جب تک اپنی حیکہ آتہ جائے جس کے
 ہاتھ سے غذا پاتا ہے۔ اسے خوب پہچانتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص
 کے سامنے ہو تو اس سے غذا نہیں مانگے گا۔ نگاہ طلب اسی پر ڈالے
 وہ اپنے کھانے کی غذا کو جانتا ہے کہ اسے کیا کھانا چاہیئے۔ اپنے
 حفظانِ صحت کے اصول کو جانتا ہے۔ اسی لیے جنگل میں کسی جانور کو کم
 بیمار نہیں دیکھا جاتا۔ وہ تو غیر فطری ماحول میں جب کوئی آدمی انہیں
 لیتا ہے اس وقت کبھی کبھی بیمار ہوا کرتے ہیں۔ شہر کی مکھی بغیر پروا
 کے متوازی خانے بناتی ہے۔ مچھلی دریا میں تیرنا جانتی ہے۔ بلکہ
 باتیں انسان نے جو ان ہی سے سیکھی ہیں۔ لہذا جاننا انسان
 مخصوص نہیں ہے۔ جو ان بھی بہت سی باتیں جانتا ہے۔ پھر وہ
 علم ہے جو انسان سے مخصوص ہو؟

اس پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حیوان کا علم مشاہدات و محسوسات کے دائرہ میں محدود ہے۔ میں نے کہا کہ اسے جس کے ہاتھ سے غذا ملتی ہے وہ اسے پہچانتا ہے۔ مگر بس اسی کو پہچانے کا۔ مثلاً ملازم کے ہاتھ سے غذا ملتی ہے وہ اس کو جانے کا اصل مالک کو نہیں پہچانے گا۔

اب اگر انسان بھی ایسا ہو جائے کہ جس دروازہ سے ملے اسی کو خدا سمجھ لے۔ جس شخص کے ہاتھ سے ملے اسی کو سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو اس میں اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔

انسانی علم کی منزل بلند ہے۔ اسے احساسات و مشاہدات کی چار دیواری کو پھاند کر ماوراء تک پہنچنا چاہیے۔ اسی لیے قرآن میں آیا ہے :-

ذالک الکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین
الذین یؤمنون بالغیب۔

”یہ قرآن جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہدایت ہے، ان فرض شناسوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔“

اب آج نخر اس کا ہے کہ ہم تو وہی مانتے ہیں جسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔ مادی علوم ہی کو ملاحظہ کر لیجئے۔ کیا مادہ آنکھوں سے دکھائی دیا ہے۔ کیا ان ذراتِ مادہ کا جس سے اس علم کی تخلیق کا مفروضہ انہوں نے بنایا ہے کبھی مشاہدہ

ہوتا ہے۔ صرف اس کے آثار اور لوازم آنکھوں کے سامنے
ہیں۔ اور ان سے یہ مادہ کے وجود کے قائل ہوئے ہیں۔
پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ خالق کو بے دیکھے مانیں۔ ہم بھی یہی
کہتے ہیں کہ یہ آثار کو دیکھیں اور موثر کے وجود کو تسلیم کریں۔
یہی اصول قدیم میں بھی کارفرما تھا۔ اور یہی دورِ جدید
میں ہے۔

ہمارے اطباء یونانی نبض دیکھ کر بخار کی تشخیص کرتے
تھے اور ڈاکٹر محترم میٹر میں بخار کو دیکھتے ہیں۔ مگر کیا محترم میٹر میں
اس مریض کے جسم کا بخار موجود ہوتا ہے؟ یہ تو یہاں ہوتا
ہے جو نظر آتا ہے۔ مگر انہی عادتاً تلازم کا پتہ چل گیا ہے
مقدارِ حرارت اور پارہ کی حرکت میں۔ لہذا تلازم کے عقل
تقاضے کے رو سے پارہ کی مقدار حرکت کو دیکھ کر اس جسم
کی مقدار حرارت کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ وہی بخار
کو دیکھنا اور موثر کا پتہ چلانا۔

یہ سبب کی تلاش بچہ میں آغائر فطرت سے ہوتی ہے۔
جس وقت سے بچہ میں قوت شعور نے کام شروع کیا
اس وقت سے اس نے پہلے ہر چیز کو سمجھنا اور پوچھنا
پر قدرت کے بعد دریافت کرنا شروع کیا۔ کہ یہ کیا ہے
وہ کیا ہے؟ — یہ تصورات کا ذخیرہ ہے جو اس کا دماغ

فراہم کرتا ہے۔ اور پھر سلسلہ شروع ہوتا ہے، کیوں کا۔
یہ کیوں ہے؟ — وہ کیوں ہے؟ — یہ کیوں ہے؟ —
یہ کیوں کیوں کا سلسلہ بعض اوقات اتنا طولانی ہوتا ہے
کہ بڑے فلسفی مال باپ جو اب دینے سے عاجز ہو جاتے
ہیں۔ مگر یہ وہ تشنگی ہے جو اس کی فطرت ہر شے کے
سبب کے معلوم کرنے کے لیے محسوس کرتی ہے۔ اب
اب بچپن سے تو اس کی فطرت طے کیے ہوئے ہے، کہ
ہر شے کا ایک سبب اور ہر اثر کا ایک مؤثر ہوتا ہے
اب بڑے ہونے کے بعد جب وہ اس پوری موجب کو
پوچھے تو آپ کہیں کہ وہ تو از خود پیدا ہوئی ہے
جو ممتد و بچہ رہے ہو۔ — اس کے آگے کوئی موجب
نہیں ہے۔ کوئی سبب نہیں جو اسے نیستی سے ہستی میں
لایا ہو، تو یہ اس کی فطرت کی مخالفت نہیں تو اور کیا
ہے؟ اسی لیے قرآن کہتا ہے کہ دین الہی فطرت ہے
یعنی اس کا سرچشمہ خود انسانی فطرت کے مقتضیات ہیں
جس کے خلافت کوئی کوشش مستقل طور پر کبھی کارگر نہیں
ہو سکتی۔

آپ تاج محل کو دیکھ کر اس کے صنّاع کی تعریف
کرتے ہیں۔ حالانکہ اس صنّاع کو دیکھا نہیں۔ ریل

ہو مافی جہاز، ٹیلیفون، ریڈیو اور تمام شینیں جو رائج ہیں ان کے موجدین کو داد دی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ موجب آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ پھر آخر اس عالم کائنات کے مجموعہ کو دیکھ کر اس کے خالق کو اگر تسلیم کیا جائے تو یہ نئی بات کیا ہے۔ اور اس کا انکار کیوں کیا جاتا ہے؟

سب سے بڑی خالق کی نشانی جو اپنے سے قریب ترین ہے وہ اپنا نفس ہے۔ سورج اور چاند اور تمام کارگاہ عالم سہتی کا اور اک جسمانی آنکھوں سے ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی دیکھنے سے معذور ہو تو شاید وہ پھر خالق کی معرفت سے بھی قاصر سمجھا جاتا۔ مگر انسان کو خود اپنا علم نہ دیکھ کر ہوتا ہے نہ اپنی آواز سن کر نہ اپنا مزہ چکھ کر نہ اپنے کو ہاتھ سے چھو کر۔ اور نہ ناک سے سونگھ کر۔ بلکہ خود اپنا وجود ہی اپنا پتہ دیتا ہے۔ اور یہی خود خالق کی نشانی ہے۔ انسان خالق کے جاننے کا بھی آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ کے احساسات پر انحصار نہیں ہے۔ بلکہ صرف دل و دماغ و دکار ہیں۔ اگر تمام قوائے احساس معطل ہیں اس لیے آسمان و زمین، آفتاب و ماہتاب

غرض کائناتِ عالم کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا۔ تب بھی
خود اپنے وجود کو تو محسوس کرتا ہے۔ اور یہی خالق
کے وجود کا اعتراف کرا لینے کے لیے کافی ہے۔
ہاں کہا جاتا ہے کہ بغیر دیکھے یقین نہیں ہو سکتا۔
جس کا وہم و گمان ہو سکتا ہے۔ مگر یقین خود بھی
ایک نادیدہ چیز ہے۔ آثار ہی کے ذریعہ سے پہچانا
جاسکتا ہے۔ بلکہ جہاں تک ہم اندازہ کرتے ہیں
انسان پر حقائقِ اشیاء اپنے وجودِ اصلی کے ساتھ اثر انداز
نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر باعتبار مراتبِ ادراک ہوتا ہے
فرض کیجئے راستے میں شیر ہے۔ اور آپ کو اس
کا تصور نہیں ہے۔ تو بلا خوف و دہشت راستے
سے گزر جائیں گے۔ لیکن اگر کسی نے کہہ دیا کہ شیر
ہے تو چاہے وہ واقعاً نہ بھی ہو آپ پر خوف و
دہشت طاری ہو جائے گا۔

ایک بچہ اپنے باپ سے ڈرتا ہے۔ جب تک
باپ گھر میں موجود ہے وہ کوئی شرارت نہیں کرتا۔
جو نہی باپ گھر سے باہر نکلا اور اس نے آفت
برپا کی۔ لیکن اگر کہیں کسی نے کہہ دیا کہ وہ دیکھو
گئے تمہارے باپ، تو وہ فوراً چونک پڑے گا

یہ کس نے چونکا دیا؟ باپ کے آنے کے تصور اور
احتمال نے۔ اب جتنا یہ تصور قوی ہو اتنا ہی اثر زیادہ
ہوگا۔ مثلاً اس کے کسی ہم سن نے کہا، تو وہ فوراً
مڑ کر دیکھ لے گا۔ اور اگر ماں نے یا کسی بزرگ نے
حسب کی بات کو وہ مذاق پر محمول نہیں کرتا کہہ دیا
تو وہ بے تحاشا بھاگنے کی کوشش کرے گا۔
معلوم ہوتا کہ کردار مدارج ادراک کے مطابق ہوتا
ہے۔

اب ذرا خدا کے ماننے والوں کا کردار دیکھیے۔
دیکھیے کہ وہ یقین کا مظہر ہے یا نہیں۔
ہیں تو اس کردار میں یہ نظر آتا ہے کہ مشاہدہ
بے اثر ہے اور اس کے مقابلہ میں یہ غیب کا اعتقاد
اثر اندازہ ہے۔

شب ہجرت۔ رسول خدا کا لیبترا اور حضرت علیؑ
بن ابی طالب کا آرام کی نیند سونا۔ جب کہ مکان
کے گرد کھینچی ہوئی تلواریں تھیں۔ یہ دشمنوں کا محاصرہ
— یہ چمکتی ہوئی تلواریں — یہ ان کی دہشتناک
باتیں۔ سب عالم شہود کی چیزیں تھیں۔ اور ان کا
تلقا نہ کیا تھا؟ خوف و اضطراب پیدا کرنا۔

اب اس کے برخلاف اگر حضرت علیؑ مطمئن
ہیں۔ ان میں اضطراب کا نام و نشان نہیں ہے۔
تو ماننا پڑے گا کہ یہ ایمان بالغیب کا اثر ہے
جو مشاہدات پر غالب ہے۔

کربلا کے میدان میں سامنے کم از کم تیس ہزار
کاشکر۔ یہ ایک مشاہدہ تھا۔ بندش آب
مشاہدہ و احساس میں تھتی۔ چھوٹے چھوٹے
بچوں کی تشنگی اور ان کی العطش کی صدائیں
عالم شہود کی چینیں تھیں۔ اپنے ساتھ بی بیوں
کا ہونا اور ان کی بے سرو سامانی سامنے کی
بات تھتی۔ بلکہ عباسؑ و علی اکبرؑ کا ثیاب
قاسم کی کم رسی۔ بچوں کے حسین چہرے
یہ سب مناظر آنکھوں کے سامنے تھتے۔ اور
ان تمام باتوں کا تقاضا یہ تھا کہ بیعتِ زید کر کے
اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی کا تحفظ کیا جائے
لیکن غیبی طاقت پر ایمان تھا جو اس بیعت سے
روک رہا تھا۔ وہ تقاضے مشاہدات کے تھے
جو مغلوب ہوئے اور یہ غیب پر ایمان تھا جس نے
ہر سخت سے سخت مصیبت کو خوشگوار بنا دیا۔

آخر وقت سینہ کے اندر لگی ہوئی آگ، پیاس
کی شدت سے خشک زبان اور ترختے ہوئے
ہونٹ، زخموں کی کثرت اور فواروں کی صورت
سے ابلتا ہوا خون اور سب سے آخر میں گلوئے خشکیدہ
پر خنجر کی چلتی ہوئی دھار۔ یہ سب کچھ ایک طرف
تھا اور ایک ان دیکھی ذات پر ایمان ایک طرف
تھا۔ اب بھی کیا کسی کو اس تصور کا حق باقی رہتا
ہے کہ بے دیکھے یقین نہیں ہو سکتا۔



حسینی فندہ امامیہ مشن پاکستان کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اسلام کے اصلی
خود خال کو واقعہ کربلا کی روشنی میں اقوام عالم کے سامنے پیش کیا جائے
چنانچہ آپکا یہ محبوب تبلیغی ادارہ اقتضائے وقت کے مطابق عامیانہ منظرہ کی ڈگر سے ہٹ کر
عقلی اخلاقی اور تاریخی حقائق کے ساتھ نشر حسینیت میں مصروف ہے۔

عوام الناس کو شہادتِ عظمیٰ سے مکمل متعارف کرانے کے لیے امامیہ مشن پاکستان نے اس سال
حسینی فندہ کے اجراء کا فیصلہ کیا ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ انبوائے محرم پر ہزاروں رسائل مجالس عزایا
اور جلوہوں کے ہمراہ مفت تقسیم ہو جائیں اور یہ ضروری صورت میں ہو سکتا ہے جب آپ انفرادی یا اجتماعی طور پر
فندیں دل کھول کر چہرہ دیں۔ ضروری ضروری رقم بھی شکر بہ کے ساتھ قبول کی جائیگی۔ اسکے بدل میں ہر سالہ رقم
سے درگتی قیمت کے رسائل محرم سے کچھ روز پہلے آپکی خدمت میں پہنچ جائیں گے تاکہ آپ انکو مفت
تقسیم کر سکیں۔ ہر عاشقِ امام مظلوم، منتظم مجالس، شیعہ انجمن کو اس تعمیری خدمت کی طرف متوجہ ہونا
جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان، اردو بازار لاہور

چاہیے۔

"ایمان بالغیب"

فہرست مطبوعات امامیہ مشن پاکستان

امامیہ مشن پاکستان نے تین سال کی قلیل ترین مدت میں انچاس کتابچے مختلف موضوعات پر شائع کیے ہیں پہلے سال میں تیرہ، دوسرے سال میں سترہ اور تیسرے سال میں انیس کتابچے اشاعت پذیر ہوئے۔ انکے صفحات کی تعداد علی الترتیب ۶۲۴، ۶۶۴ اور ۷۸۸ ہے۔ علاوہ انہیں ماہنامہ ”پیام عمل“ بھی ممبران مشن کی خدمت میں بلا زائد قیمت پیش کیا گیا ہے۔ سال بھر میں پیام عمل کے ۱۸۰ صفحات شائع ہوئے۔ رسائل کی تفصیل درج ہے :-

سال ۵۶-۵۵ھ		۱۱۔ عورت اور اسلام	۳	۲۱۔ شہادت و ہلاکت	۳
۱۔ خدا کا شہوت	۲	۱۲۔ یادیت کا علمی مبارزہ	۳	۲۲۔ شیعیت کا تعارف	۵
۲۔ حسین اور اسلام	۳	۱۳۔ تجارت اور اسلام	۱۰	۲۳۔ اسلامی تمدن	۳
سال ۵۷-۵۶ھ		۲۴۔ تاریخ اسلام میں	۲۴	۲۵۔ واقعہ کربلا کی اہمیت	۲
۳۔ شجاعت کے مثالی کارنامے	۶	۱۴۔ اسلام اور انسانیت	۸	۲۶۔ واقعہ کربلا نہ ہوا تو کیا ہوتا؟	۲
۴۔ قتالانِ حسین کا مذہب الکریم	۵	۱۵۔ جمہوریت اور اسلام	۱۲	۲۷۔ ضرورتِ مذہب	۲
۵۔ محاربتہ کربلا	۵	۱۶۔ معصوم شہزادہ	۳	۲۸۔ مقصدِ حسین	۲
۶۔ ابیری اہلِ حرم	۳	۱۷۔ نظامِ زندگی (حصہ دوم)	۱۲	۲۹۔ بین الاقوامی شہیدِ اعظم	۲
۷۔ آثارِ قدرت	۳	۱۸۔ شہید کربلا	۲	۳۰۔ مقصدِ کعبہ	۵
۸۔ حقیقتِ اسلام	۳	۱۹۔ زندہ جاوید کا نام	۲	۳۱۔ صحیفہ سجادہ کی عظمت	۵
۹۔ اسلامی نظریہ حکومت	۳	۲۰۔ عجزِ حسین پر تاریخی تبصرہ	۱۲		
۱۰۔ نظامِ زندگی (حصہ اول)	۱۲				